

موسیٰ مسا کا نام تک فراموش ہو چکا ہے

موسیٰ مسانے ارادہ کیا کہ حج کا دشوار سفر ضرور کریگا۔ افریقہ کی طاقتور ترین سلطنت کا مالک ایک غیر معمولی انسان تھا۔ غیر معمولی اس لحاظ سے نہیں کہ قد گیارہ فٹ تھا یاد نیا کی سب سے بھاری توار چلا سکتا تھا۔ شکل و صورت، افریقہ کے عام نین نقش کے حساب سے تھی اور جسمات بھی بالکل عام تھی۔ اسکے از حد مختلف ہونے کی وجہ صرف ایک تھی۔ دنیا کی قلم بند تاریخ کا سب سے امیر انسان تھا۔ ابن خلدون اور ابن بطوطہ کے نزدیک اسکی دولت اور خزانہ کا شمار کرنا ممکن تھا۔

سلطان موسیٰ کے حج کرنے کی تیاری کو تقریباً ایک سال سے زیادہ عرصہ لگا۔ سونے کی تاروں سے مرصع شاہی بنیے بنائے گئے۔ اہل خانہ کیلئے سفری محل ترتیب دیے گئے۔ چودھویں صدی کا زمانہ تھا۔ موسیٰ مسا کے ذہین ترین درباریوں نے ہزاروں خیموں کے چلتے پھرتے شہر تشكیل دیے۔ سلطان کے قافلے میں سماٹھ ہزار لوگ شامل تھے۔ ان میں بارہ ہزار غلام بھی شامل تھے۔ سارا کام اس درجہ نفاست سے کیا گیا کہ سلطان کے گھوڑوں تک کیلئے خصوصی لگام بنوائی گئیں۔ ان میں سونے کے پتھر لگے ہوئے تھے۔ غلاموں کو ریشم کے کپڑے زیب تن کروائے گئے۔ ہر غلام کو تقریباً دو کلوگرام سونا دیا گیا۔ یہ سنبھری سلاخوں کی صورت میں تھا۔ غلام ان سلاخوں کو سر پر لا دکر چلتے تھے۔ اسکے علاوہ سو کے لگ بھگ تو ان اقسام کے اونٹ منتخب کیے گئے۔ اونٹ سرخ رنگ کے تھے۔ تند رست اور مکمل طور پر صحیح مند۔ ہر اونٹ پر 140 کلوگرام کے قریب سونا لاد دیا گیا۔ غلاموں اور اونٹوں کے ساتھ کس قدر سونا ہے، آج کے حساب سے اسکا اندازہ کرنا ممکن ہے۔ اس دور میں بھی سلطان کی دولت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وجہ بالکل سادہ تھی۔ مالیان سلطنت کے خطے میں سونے کے بھر پورہ خائز موجود تھے۔ موسیٰ پورے ملک کے سونے کا مکمل مالک تھا۔ اس وقت کا یورپ بھوک اور کمپری کی حالت میں تھا۔ مگر افریقہ جیرت انگلیز رفتار پر ترقی کر رہا تھا۔ یورپ اور پوری دنیا سے لوگ روزگار کی تلاش میں مالیان سلطنت کا رخ کرتے تھے۔ سلطان موسیٰ کی حج کی تیاری انتہائی جامع تھی۔ خزانے کا کچھ حصہ اسکے ہمراہ تھا۔ تاریخ دان لکھتے ہیں کہ جہاں بھی موسیٰ مسا کا قافلہ پڑا اور کرتا تھا، وہاں ایک پورا شہر آباد ہو جاتا تھا۔ ابن خلدون کے مطابق لوگوں کی تعداد گننا مشکل تھی۔

حج کے سفر کی داستان بھی عجیب و غریب تھی۔ راستے میں جو سوائی، فقیر اور حاجت مند ملتا تھا، اسے کھانا کھلایا جاتا تھا۔ بہترین کپڑے عطا کیے جاتے تھے اور جاتے وقت سونے کی دو سے پانچ ڈلیاں بطور خیرات دی جاتی تھیں۔ چار ہزار کلومیٹر کا یہ سفر راستے میں آنے والے تمام ملکوں کیلئے خوشحالی کا ذریعہ بن گیا۔ سلطان جس شہر سے بھی گزرتا، وہاں کے حاکم، منتظم اور تاجروں کو سونے سے مالا مال کر دیتا۔ قاہرہ اور مدینہ میں لوگوں نے اس قدر سونا خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ سلطان راستے میں مختلف ریاستوں کے بادشاہوں سے بھی ملتا ہوا جاتا تھا۔ مصر کے مملوک سلطان، آل نصر محمد سے اسکی ملاقات تاریخ کے صفحوں میں محفوظ ہے۔ آل نصر محمد جیسا بادشاہ، سلطان موسیٰ کے جاہ و جلال اور دولت کو دیکھ کر ششدروہ گیا۔ ہر جمعہ کو بادشاہ جس جگہ قیام کرتا تھا، وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھتا تھا اور اسکے لیے مالی وسائل مہیا کر دیتا تھا۔ اتنے لمبے سفر میں کتنی مساجد قائم ہوئی تھیں، اسکا صرف قیافہ لگایا جاسکتا ہے۔ حتیٰ طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ پانچ

سویا شاہد ایک ہزار یا شاہند کچھ زیادہ۔ سلطان نے اپنے راستے اور حج کے دوران اس قدر سونا تقسیم کیا کہ ان تمام علاقوں کی معيشت مکمل طور پر بدل گئی۔ سونے جیسی قیمتی وحات کی قیمت کم ہو گئی۔ اشیاء خور دنوں اور روزمرہ کی اشیاء کی قیمت بڑھ گئی۔ بہت سے مسلک علاقوں کی معيشت تباہ ہو گئی کیونکہ یہاں سونے کی بہتات پہلے کبھی تھی ہی نہیں۔ سلطان کو جب پتہ چلا تو حج مکمل کر چکا تھا اور واپسی کا سفر کر رہا تھا۔ دربار میں سوال اٹھایا کہ ان علاقوں کی معيشت کیسے بہتر کر سکتا ہے۔ ارادہ تومد کرنے کا تھا۔ مگر یہ لوگ اسکی مدد کی وجہ سے معاشی عدم استحکام کا شکار ہو گئے تھے۔ باہم مشورہ سے اعلان عام کیا کہ جو لوگ اسے سونا واپس کرنا چاہتے تھے، اسکا بھرپور بلکہ دو گنا معاوضہ دیگا۔ انسان کی ذہنیت ہمیشہ سے مشکل سی ہے۔ لوگوں نے جو سونا خیرات یا تخفہ کے طور پر وصول کیا تھا، وہی سب کچھ سلطان کو نگزے داموں فروخت کر دیا۔ بادشاہ کو حج کے سفر میں پورا ایک سال لگا۔ جب واپس اپنی سلطنت میں پہنچا تو اسکے بیٹے نے خوشخبری سنائی کہ گاؤں کا بڑا شہر بھی اسکی غیر موجودگی میں فتح ہو چکا ہے۔ سلطان کی سلطنت اپنے وقت کی سب سے عظیم افریقی سلطنت بن گئی۔ چار سو شہروں پر اسکی حکومت تھی۔ آج کے اعتبار سے چھ سے سات افریقی ملک اسکی حکومت کا حصہ تھے۔ حج سے واپسی پر سلطان اپنے ساتھ عدد اعماں اور فین تعمیر کے ماہرین لیکر آیا تھا۔

نیانی میں موسیٰ نے ایک فقید المثال عمارت تعمیر کروائی۔ یہ شاہی محل سے مسلک تھی اور اسکا ایک دروازہ محل کے اندر سے مسلک تھا۔ دو منزلہ عمارت کو دربار کہا جا سکتا ہے۔ اسکو مکالمہ کی ایک جگہ بھی بتایا جا سکتا ہے۔ عمارت کے دونوں منزلوں میں قیمتی لکڑی کے بڑے بڑے دروازے تھے۔ ان تمام دروازوں پر سونے کے بھاری پتھر چڑھائے گئے تھے۔ اس طرح کا قیمتی دربار اس زمانے میں کسی بھی بادشاہ کے پاس نہیں تھا۔ محل کے نزدیک ایک بہت بڑی مسجد بھی تعمیر کروائی گئی۔ مسجد کے گنبد اور دروازوں کو بھی سونے سے مرصع کیا گیا تھا۔ موسیٰ نے اسکے ساتھ ساتھ پچیس ہزار طالب علموں کے لیے ایک تعلیمی درس گاہ بنوائی۔ اسکی لاہری ری میں پوری دنیا کے قلمی نسخے موجود تھے۔ سلطان طالب علموں کے تمام مالی اخراجات خود برداشت کرتا تھا۔ اس میں ایک کروڑ کے قریب کتابیں موجود تھیں۔ سلطان کی مجموعی دولت موجودہ دور کے چار سو بلین ڈالر کے قریب تھی۔ ایک ہزار سال کی تاریخ میں موسیٰ مساوی نیا کا امیر ترین شخص رہا ہے۔

اس سارے معاملے کو پر کھیے۔ ایک ہزار برس میں پچیس ایسے انسان گزرے ہیں جنہوں نے دنیا کے تمام اثاثوں میں سے اکثریت کو اپنے خزانوں میں شامل کیا تھا۔ یعنی پچیس ایسے امیر لوگ تھے جنکے پاس ایک محتاط اندازے کے مطابق چار ڈریلین ڈالر کی دولت موجود تھی۔ پچیس آدمی اس عظیم خزانے کے مختلف اوقات میں مالک رہے ہیں۔ سلطان موسیٰ اس میں اول نمبر پر تھا۔ باقی لوگوں کا نام جانا بھی کافی ضروری ہے۔ ان پچیس لوگوں میں کوئی بھی خاتون شامل نہیں ہے۔ امیٹل روٹھ چانلڈ (Amschal Rothe Child) اس لست میں دوسرے نمبر پر ہے۔ اٹھارویں صدی میں پیدا ہونے والا امیٹل یورپ کے بینکاری نظام کا موجود تھا۔ اسکے پانچ بیٹوں نے بھی اپنی جگہ پانچ اقتصادی سلطنتیں قائم کیں۔ جان راک فیلر اس فہرست میں تیسرا نمبر پر ہے۔ اسکی دولت تین سو چالیس بلین ڈالر کی تھی۔ وارن بوونے، اس فہرست کا غریب ترین انسان ہے۔ لیکن آج بھی وہ دنیا میں پہلے یا دوسرے نمبر پر ہے۔

مقصد قطعاً نہیں کہ سلطان موسیٰ کے خزانے بتا کر اسکی تاریخی اہمیت واضح کروں۔ تاریخی اہمیت اپنی جگہ پر، مگر مقصد بالکل مختلف

اور متضاد ہے۔ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج، چند سو برس پہلے کے امیر ترین شخص کا نام تک کوئی نہیں جانتا۔ امیر ترین ہی نہیں۔ انسانی تاریخ کے امیر ترین شخص کو بھی کوئی نہیں پہنچاتا۔ وہ کون تھا، کہاں تھا اور کیوں تھا۔ کوئی بھی ان سوالات میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ سلطان موسیٰ نے جو سونے سے مرصع دربار بنایا تھا، وہ بھی وقت کے ہاتھوں ختم ہو چکا ہے۔ اسکے گھنڈرات کا بھی کچھ علم نہیں۔ شائد کچھ نشانیاں موجود ہوں۔ مگر سلطان کا نام و ناموس، کچھ بھی کسی تذکرے میں نہیں آتا۔ سب کچھ آپ موجودہ حالات کے تناظر میں دیکھیے۔ ہمارے ملک میں عام کہا جاتا ہے مغرب میں بہت زیادہ مادہ پرستی ہے۔ لوگ دولت کے بازار میں ہر چیز نیلام کر دلتے ہیں اور ہر ایک چیز کا خریدار موجود ہے۔ کسی حد تک یہ درست بھی ہے۔ امریکہ اور مغربی دنیا کو ایک لمحہ کیلئے بھول جائیے۔ اپنے ملک کی طرف دیکھیے۔ کیا یہاں مادہ پرستی بلکہ دولت کی عملًا پوجا کار جہان موجود نہیں ہے۔ بالکل ہے۔ کیونکہ ہم بنیادی طور پر منافق لوگ ہیں اسیلے اصل حقیقت کو جانتے ہوئے بھی ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔

ارتکاز دولت ہماری سوسائٹی میں ایک مہلک بیماری کا رخ اختیار کر چکا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ جائز حد تک مال و دولت ضرور ہونی چاہیے۔ مگر مناسب لفظ کی کسی قسم کی تعریف نہیں ہے۔ کوئی ایک کروڑ کو مناسب خیال کریگا اور کوئی ایک ارب کو غیر مناسب۔ خیرآپ ہمارے مقتدر اور کاروباری طبقے کو تنقیدی نگاہ سے پر کھیے۔ 1947 سے لیکر آج تک ملک کے تمام صدور کی فہرست مرتب کیجئے۔ تمام وزراء اعظم کی لسٹ بھی بنائیے۔ مارشل لاء کے تمام جرنیوں کے بھی نام قلمبند کیجئے۔ چھ سے سات دہائیوں کے امیر ترین کاروباری حضرات کو بھی جانچ لیجئے۔ یہ کوئی تیس سے پچاس لوگ بنیں گے۔ اب دہائیوں کے حساب سے انکے نام و نشان پر غور کیجئے۔ حیران رہ جائیں گے کہ تقریباً اس سے بیس برس کے بعد ماضی کے دولت مند ترین لوگ اپنا نام کھو دیتے ہیں۔ صرف چند سالوں بعد کسی کو بھی یاد نہیں رہتا کہ بیس برس پہلے جس امیر شخص کا طوطی بولتا تھا، وہ کہاں گیا۔ مثال کے طور پر لاکل پور میں پچاس کی دہائی میں ایک کاروباری خاندان کے پاس ذاتی ہوائی جہاز اور ذاتی ائیر پورٹ تھا۔ انکا خاندان گھر سے قدم نکالتے ہی ذاتی جہاز میں سفر شروع کر دیتا تھا۔ آج نہ کوئی جہاز ہے، نہ کوئی ذاتی ائیر پورٹ۔ وقت کی گرد میں ان لوگوں کا نام بے نام ہو چکا ہے۔ لاکل پور کا وہ متمول خاندان اور اس طرح کے بہت سے دولت مند لوگ تھوڑے سے عرصے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔ انکا نام تک خاک میں مل جاتا ہے۔ کوئی انکا ذکر کرنا بھی اہم نہیں سمجھتا۔ اس تمام معاملہ کا ایک دوسرا زاویہ بھی ہے۔ آپ پاکستان کے مقتدر طبقے کی تمام دولت کا تختینہ لگائیے۔ جائز اور ناجائز دونوں طرح کے اثنائے گن لیجئے۔ سب کچھ ملکر بھی سلطان موسیٰ مسا کی مجموعی دولت سے کم ہو گا۔ محض چند صد یاں پہلے تاریخ کے دولت مند ترین بادشاہ کو کوئی نہیں جانتا تو ان دولت مند مقتدر لوگوں کا چند سالوں بعد ذکر کون کریگا۔ جہاں موسیٰ مسا کا نام مٹ گیا، وہاں ان لوگوں کی کیا اوقات ہے!

رأوٰ منظر حیات